(غلام گردش)

''حالات مزید بگڑیں گے''

بائیس کروڑ انسانوں کی اکثریت اگر قوانین قدرت کو جوتوں کی نوک پر رکھے، تو پھر کوئی حکومت، کوئی لیڈر، کوئی دیدور قائد کچھ نہیں کرسکتا۔ ملک میں حقیقت میں عملی طور پر ہو یہی رہا ہے۔ بہتر سال سے وہی عادات، وہی ماضی کے آدھے سچے قصے اور چند مکمل طور پر جھوٹی کہانیاں۔ اپنے آپ سے پوچھیے۔ اگر آپ بذاتِ خود وزیراعظم یا وزیراعلیٰ ہوں، تو کیا معاملات کو ٹھیک کرسکتے ہیں۔ ہرگز نہیں۔ قطعاً نہیں۔ صرف اسلیے کہ یہ انسانوں کا وہ ریوڑ ہے جو ذاتی مفاد سے اوپر دیکھنے کی استطاعت سے محروم ہے۔ پھر کون سی ترقی، کونسا سفر، سب کچھ عبث ہے۔ اس بیجان خطے میں نہ کوئی اُصول تھا اور نہ ہوگا۔ اسلیے خاموشی بہتر ہے۔ شائد قبرستان جیسی خاموشی۔

ایمانداری کو لے لیجئے۔ بے ایمانی کے اس سمندر میں کیا واقعی ایمانداری کی کوئی حقیقت ہے۔ شائد کبھی بھی نہیں ہوگی۔ ہم میں ایماندار رہنے کی قوت ہی نہیں ہے۔ ایک پاکستانی پروفیسر سعودی عرب میں کام کررہے تھے۔ کنسلٹنسی کمپنی تھی۔ مالک سعودی عرب کے قوانین کے مطابق ایک جاہل سعودی تھا۔ پروفیسر صاحب مالک سے ازحد تنگ تھے۔ ویسے اب یہ پروفیسر صاحب، سیاسی جیدرہنما کی ناک کے بال ہیں اور ماشاء اللہ سنیٹر ہیں۔ یہ قصہ انہوں نے سنیٹر بننے سے کافی پہلے سنایا تھا۔ کیونکہ اب چار پانچ برس سے وہ سچ کے سواسب کچھ بولتے ہیں۔ پروفیسر صاحب نے ایک ترکیب نکالی۔ ایک گورے کو بلایا جو کمپنی ہی میں ملازم تھا۔ اسے سمجھایا کہ جب بھی سعودی فون کرے تم کہہ دیا کرو کہ میں دفتر سے باہر گیا ہوا ہوں۔ گورا کمپنی میں تین سال سے کام کررہا تھا۔ جواب دینے کیلئے ایک دن مانگا۔ چوبیس گھنٹے بعد پروفیسر کے کمرے میں داخل ہوا۔ داہنے ہاتھ میں کاغذ تھا۔ بڑے احترام سے پروفیسر کو کہا کہ یہ میرا استعفیٰ ہے۔ آپکے کہنے پر جھوٹ نہیں بول سکتا۔ آپ مجھے نوکری سے نکال دیجئے کیونکہ آپکا قانونی حق ہے۔ پروفیسر صاحب نے بڑی مشکل سے اپنی جان چھڑائی اور گورے کو کہا کہ اپنا کام جاری رکھے۔ اسی دن، پروفیسر صاحب نے کمپنی میں ایک پاکستانی ملازم کو بلایا اور اسے وہی کام کہا جو گورے کو کہا تھا کہ جب بھی سعودی مالک پوچھے، بتادینا کہ میں دفتر سے باہر ہوں۔ پاکستانی کا جواب حددرجہ پاکستانی تھا۔ مسئلہ ہی کوئی نہیں۔ سعودی کو ایسا چکر دونگا کہ اسے کبھی معلوم ہی نہیں ہو پائیگا کہ آپ دفتر میں موجود ہیں باہر نہیں ہیں۔ پروفیسر صاحب جواب سنیٹر ہیں نے یہ قصہ کوئی بیس افسروں کے درمیان سنایا۔ لب لباب یہ کہ ہم پاکستانیوں کی اکثریت جھوٹ بولنے اور بے ایمانی پر قطعاً شرمندہ نہیں ہوتی۔ زندگی کے کسی شعبہ کو دیکھ لیجئے۔ ہم ہر طرح کی بے اُصولی، بے ضابطگی کے چلتے پھرتے شہکار ہیں۔ اس رویے میں استثنا حددرجہ کم ہے۔ کوئی فلسفہ، کوئی داستان، کوئی قصہ گوئی نہیں کررہا۔ پوری دنیا پھرنے کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ ہمارے ذاتی اور قومی رویے، دنیا کے دیگر ممالک سے حددرجہ متضاد ہیں۔ ایسا کیوں ہے۔ اسکی بنیادی وجہ ہم لوگ، ہجوم کی سطح سے اُٹھ کر ''قوم'' بننے میں ناکام رہے ہیں۔ اجتماعی بے ضابطگی نے ہمارے کردار کی تمام خصوصیات کو برباد کردیا ہے۔ نعروں اور جذباتیت کے صحرا میں دائروں میں گھوم رہے ہیں۔

اندازہ ہے کہ یہاں اعتدال کے ساتھ لکھنا بھی حددرجہ مشکل ہے۔ بلکہ اذیت ناک بھی۔ اسلیے کہ پھر آپ اکیلے، بلکہ بالکل تنہا رہ

جاتے ہیں۔میرا سیاست سے کوئی تعلق نہیں۔ووٹ کے تقدس کا فلسفہ بھی سمجھ نہیں آتا کہ ایک سیاسی جماعت کروڑ، یا سوا کروڑ ووٹ لیکر بائیس کروڑ لوگوں پر حکومت کرنے کا حق کیسے حاصل کر لیتی ہے۔اتنے کم ووٹ لیکر، وہ سیاسی رہنما، ملک کے وسائل کو جانوروں کی طرح کھانا، اپنا اولین حق سمجھتے ہیں۔اگر انکے طرزِ فکر سے انکار کریں، تو آپ وطن فروش، غدار یا کافر تک بنائے جاسکتے ہیں۔نہ چاہتے ہوئے بھی، موجودہ سیاسی حالات پر نظر دوڑانی پڑتی ہے۔آج کل ہمارے کچھ لکھاری اور دانشور چند باتوں پر بہت زور دے رہے ہیں۔پہلی بات تو یہ کہ موجودہ وزیراعظم کو سیاسی اعتبار سے کچھ بھی نہیں پتہ۔اسکی ٹیم نے ملکی معیشت برباد کردی ہے۔ہر طرف مہنگائی کا طوفان ہے۔بیروزگاری عروج پر ہے۔ثابت یہ ہوا کہ یہ حکومت نااہل ہے۔لہذا اسے نکال باہر کیا جائے۔مگر پورا سچ مختلف ہے۔صرف یہ عرض کروں گا کہ کیا گزشتہ تیس پینتیس برس میں دودھ اور شہد کی نہریں بہہ رہی تھیں کہ اب وہ دھارے خشک کردیے گئے ہیں۔پرویز مشرف کے دور میں بھی بیرونی امداد کی وجہ سے کافی اقتصادی استقامت تھی۔مگر وہ بھی صرف ایک بلبلہ نما ترقی تھی۔چھ سات برس کے بعد، حالات پہلے جیسے دگرگوں ہوگئے۔دونوں سیاسی جماعتوں نے مرکزی سطح پر اپنی باریاں لیں۔صوبائی سطح پر تو خیر انکی بادشاہت ہمیشہ سے ہے۔پیپلز پارٹی کے دور میں ایک عجیب منصوبہ بندی سے اٹھارویں ترمیم منظور کروائی گئی۔صوبوں کو وہ اختیار دے دیے گئے جو انہوں نے خواب میں بھی نہیں مانگے تھے۔مقصد صرف یہ کہ انہیں اندازہ تھا کہ اگلی مرکزی حکومت، کسی اور سیاسی جماعت کی ہوگی۔لہذا، تمام ''ترمال'' صوبوں کے حوالے کردیا جائے۔یہی ہوا۔برملا ہوا۔اگر آج آپ اٹھارویں ترمیم کے نتائج کے متعلق کوئی غیر جانبدار بات کریں تو پارلیمنٹ میں دھواں دھار تقاریر شروع ہوجائینگی کہ آئین کا تقدس پامال کیا جارہا ہے۔وہاں، یہ کوئی کہنے کی جرات نہیں رکھتا کہ لوگوں کو بتائے کہ صوبے، اتنے زیادہ وسائل کو درست طریقے سے خرچنے کی استطاعت سے محروم ہیں۔مگر اپنی نااہلی کو چھپانے کیلیئے، صوبائی حکومت قیامت برپا کردینگیں۔سندھ کے صوبہ کو اٹھارویں ترمیم کے بعد کتنے ہزار ارب ملے، کسی کو کچھ پتہ نہیں۔مگر سوال ہے کہ کیا سندھ کے بڑے شہروں میں واقعی ترقی ہوپائی۔سندھ ہائیکورٹ کے جج صاحبان لاڑکانہ کی بدحالی دیکھ کر یہ کہنے پر مجبور ہوگئے کہ ایک گھر تو ڈائن بھی چھوڑ دیتی ہے۔سندھ مالی بے ضابطگیوں کا ٹیسٹ کیس ہے۔اسی ڈگر پر معاملات بارہ سال سے چلائے جارہے ہیں۔اس بدانتظامی پر تحقیق کرنے کے بعد، دنیا کی یونیورسٹیوں میں بے ضابطگی کی کیس سٹڈی کے طور پر پڑھانا چاہیے۔مگر صرف سندھ ہی کیا، سارے صوبوں میں ایک جیسا حال تھا اور ہے۔چند دانشور، محترم شہباز شریف کو ایک عظیم قائد کے طور پر پیش کررہے ہیں۔مگر انکی دس برس کی حکومت پر غیر متعصب طریقے رائے قائم کی جائے تو وہاں سب کچھ تھا، مگر میرٹ نام کی کوئی چیز نہیں تھی۔انہوں نے بنیادی طور پر سول سروس کو مخصوص دھڑوں میں تبدیل کردیا۔ایک مزاج کے وفادار سرکاری ملازموں کو تمام اختیارات دیکر ہر وہ کام کروایا۔جن میں کوئی ضابطہ یا اُصول نہیں تھا۔تنخواہوں کا ایک ایسا نظام رائج کیا جس میں ایک افسر بیس لاکھ ماہانہ تنخواہ لے رہا تھا اور دوسرا اسی گریڈ کا افسر دو لاکھ۔سول سروس میں ہونے کی وجہ سے بہت سی ایسی چیزیں جانتا ہوں جو اس وقت چند دانشوروں کو شائد حد درجہ بری لگیں۔حکومتی شعبے میں اخلاقیات کا عمل دخل ہے اور رہیگا۔ذاتی اخلاقیات کی جس طرح محترم شہباز شریف نے نفی کی، اسکی مثال پاکستان میں پہلے تو نہیں ملتی۔اس سے آگے کچھ نہیں لکھنا چاہتا۔کیونکہ دوسروں کی ذاتیات میں

جانا مناسب رویہ نہیں۔دس سال پہلے پنجاب کا بجٹ، وسائل سے کم تھا۔یعنی وسائل زائد تھے۔مگران دس سالوں میں پورے پنجاب کے وسائل کس بے دردی سے صرف لاہور تک محدود کردیے گئے، یہ بھی ایک المیہ سے کم نہیں۔پنجاب کا ایک ایک بال آج قرض میں بندھا ہوا ہے۔سوال ہے کہ آخر کیوں۔صرف اسلیے کہ لوگوں کو مصنوعی تاثر دینا تھا کہ حد درجہ رفتار سے ترقی ہورہی ہے۔کرپشن آج بھی عروج پر ہے اور پہلے بھی۔ڈیوڈ روز نے محترم شہباز شریف کی جن جائیدادوں کا یوکے میں ذکر کیا ہے۔دو مہینے گزرنے کے بعد، بھی اس صحافی اور اخبار کے خلاف کسی عدالت میں مقدمہ نہیں کیا گیا۔کیوں، ظاہر ہے۔ڈیوڈ روز جھوٹ نہیں بول رہا۔شفافیت، برق رفتاری والی باتیں برطانوی عدالتوں میں پیش کیوں نہیں کی جارہیں۔سب کو معلوم ہے کہ ہمیں بیوقوف بنایا جارہا ہے۔خیر اس دس سالہ حکومت نے ہمارے صوبے کو قلاش کرڈالا ہے۔تفصیلی بات، پھر کبھی سہی۔

بلوچستان اور کے پی میں بھی صوبائی حکومتیں حد درجہ غیر ذمہ داری سے کام کرتی رہیں۔وہاں کے مقامی افسروں اور عمائدین سے بات کریں تو ہولناک کہانیاں سامنے آتی ہیں۔محترم پرویز خٹک کا دور کسی طریقے سے بھی مثالی نہیں تھا۔پنجاب کی نقل کرتے ہوئے میٹرو بس سروس بناتے ہوئے، پورے پشاور کو خراب کرکے رکھ دیا اور آج بھی وہی صورتحال ہے۔بلوچستان تو، خیر کیا ذکر کیا جائے۔وہاں تو سرکاری پیسوں کو عوام پر لگانے کا رواج ہی نہیں ہے۔سابق وزیراعلیٰ کے ملازم کے گھر سے ''سونے کی سلاخیں'' برامد ہوں یا سیکرٹری فنانس کے گھر سے کروڑوں روپے کی برامدگی۔بلوچستان میں جتنے سرکاری وسائل فراہم کیے گئے، اس میں سے کتنے واقعی عوام پر لگے۔یہ ایک سوالیہ نشان ہے اور رہیگا۔مگر کوئی بات نہیں کرسکتا۔اسلیے کہ اگر ہم وہاں قانون کی حکمرانی کی بات کرینگے تو بغاوت بڑھ جائیگی۔کس کس بات کا رونا رویا جائے۔

موجودہ سیاسی صورتحال پر ہر روز گفتگو ہوتی ہے۔بلکہ ضرورت سے زیادہ ہورہی ہے۔یہ درست بات ہے کہ عمران خان سے جن توقعات کو وابسطہ کیا گیا تھا وہ بالکل پوری نہیں ہوسکیں۔لوگوں میں بے چینی ہے، غم ہے، غصہ ہے۔عمران خان کی ٹیم کے چند ''غیر سنجیدہ'' افراد، اس غصہ کو ہوا دے رہے ہیں۔کیا یہ ٹیم کے ممبر، اپنے وزیراعظم کے خلاف سازش کررہے ہیں۔اس پر قطعاً کچھ نہیں کہا جاسکتا۔مگر ایک بات طے ہے۔وزیراعظم، دانا لوگوں سے حد درجہ دور ہوچکے ہیں۔مگر عمران خان ہی کیا، ہر وزیراعظم ایسا ہی ہوتا ہے۔اپنے آپکو خدائی اوتار اور عقلِ کُل سمجھنے والا۔ہر وزیراعظم کو ایسے درباری مل جاتے ہیں جو یقین دلوا دیتے ہیں کہ آپ ہی عقل کُل ہیں۔دانائی کے تمام دھارے آپ ہی کی ذات سے پھوٹتے ہیں۔آپ اس ملک کے مسیحا ہیں۔یہ صرف ایک وزیراعظم کا نوحہ نہیں، یہ ہماری سیاسی تاریخ کے ہر سورما کی کہانی ہے اور سب کا انجام بھی ایک جیسا ہے۔دوبارہ عرض کرونگا۔اگر بائیس کروڑ لوگ کسی اُصول اور قانون کو اپنے اوپر لاگو کرنا ''گناہ کبیرہ'' سمجھتے ہیں۔تو پھر کسی فرشتہ کو بھی حاکم بنا دیجئے۔حالات جوں کے توں رہینگے۔نہیں بلکہ، مزید بگڑ جائینگے۔

راؤ منظر حیات